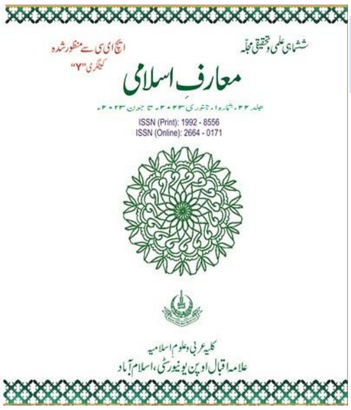

معارِفِ اِسلامی Ma’ārif-e-Islāmī

eISSN: 2664-0171, pISSN: 1992-8556
Publisher: Faculty of Arabic & Islamic Studies
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Website: https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jmi
Vol.22 Issue: 02 (July – December 2023)
Date of Publication: 25-December 2023
HEC Category (July 2022-2023): Y

https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jmi

Article	سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ہماری معاشرتی ذمہ داریاں *Our Social Responsibilities in the Light of Prophet’s Seerah*
Authors & Affiliations	**1. *Dr. Noor Hayat Khan*** *Associate professor, Department of Islamic Thought & Culture, NUML, Islamabad.* nhayat@numl.edu.pk **2. *Dr.* Alam Khan** *Associate professor, Director seerah chair & HoD Islamic Studies, STMU, Islamabad.* hod_seeratchair.prc@stmu.edu.pk
Dates	***Received*** 25-07-2023 ***Accepted*** 15-09-2023 ***Published*** 25-12-2023
Citation	Dr. Noor Hayat Khan and Dr. Alam Khan, 2023.سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ہماری معاشرتی ذمہ داریاں . [online] IRI - Islamic Research Index - Allama Iqbal Open University, Islamabad. Available at: https://iri.aiou.edu.pk [Accessed 25 December 2023].
Copyright Information	2023@ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ہماری معاشرتی ذمہ داریاں by Dr. Noor Hayat Khan & Dr. Alam Khan is licensed under Attribution-Share Alike 4.0 International
Publisher Information	Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan https://aiou.edu.pk/

Indexing & Abstracting Agencies

IRI(AIOU)	HJRS(HEC)	Tehqiqat	Asian Indexing	Research Bib	Atla Religion Database (Atla RDB)	Scientific Indexing Services (SIS)
Islamic Research Index	HJRS HEC Journal Recognition System	تحقیقات	ASIAN Research Index	Academic Resource Index ResearchBib	ATLA American Theological Library Association Religion Database	SIS

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ہماری معاشرتی ذمہ داریاں

Our Social Responsibilities in the Light of Prophet's Seerah

Abstract

This study thoroughly explores the profound significance of Prophet Muhammad's Seerah as a timeless guide for understanding and fulfilling contemporary social responsibilities. It employs a multidisciplinary approach to delve into various aspects of the Prophet's life, including his character and ethical principles. The Seerah emphasizes crucial values like compassion, justice, inclusivity, and empathy, essential for harmonious social relationships. It draws wisdom from the Prophet's interactions with diverse communities, commitment to addressing social inequalities, and roles as a mediator and statesman to offer insights for tackling modern challenges. The study also highlights the importance of education and moral development inspired by the Prophet's teachings and discusses the Seerah's relevance in promoting environmental sustainability and responsible citizenship. Ultimately, a deeper understanding of the Seerah can enhance individuals' and communities' commitment to contemporary social responsibilities, fostering a just and compassionate world.

Keywords: Prophet's seerah, Social responsibilities, Social inequalities, Justice, Compassion

معاشرہ کے لیے لفظِ سماج بھی مستعمل ہے، جو سنسکرت زبان کے دو الفاظ؛ سم اور آج سے مل کر بنا ہیں۔ سم کے معنی اکٹھا یا ایک ساتھ کے ہیں، جبکہ آج کے معنی ہیں متحد رہنا۔ پس سماج کے لغوی معنی ایک ساتھ ملکر رہنے کے ہوئیں۔ جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کو رہنے سہنے اور اپنی ترقی و بہبود کے لیے دوسروں سے واسطہ پڑتا ہے، جیسے سماج بھی کہا جاتا ہے۔ لہذا جہاں افراد ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں، وہیں سماج بن جاتا ہے[(۱)]۔

پس انسانی افراد کا ایسا گروہ جو مشترکہ مفادات رکھتے ہوں اور بنیادی ضروریاتِ زندگی کے لیے باہمی ارتباط اور اختلاط پر مجبور ہوں، سماج یا معاشرہ کہلاتا ہے۔

اس اصول پر انسانی افراد کا آپس میں رہائش پذیر ہونا کہ ان کا مفادات مشترک اور بنیادی ضروریاتِ زندگی اور حاجات بھی ایک دوسرے سے وابستہ ہیں، اس کے بغیر انسانی سماج یا معاشرے کا تصور ممکن ہی نہیں۔ آج کے عالمی قریہ کی حالات سے یہ بات بلکل عیاں ہیں، کہ اس قدر ترقی کے باوجود دنیا کی ریاستیں ایک دوسرے کے محتاج نظر آتی ہیں۔ انہی احتیاجات کی تکمیل کے لیے انسانوں کے آپس میں تعلقات اور روابط کی ناگزیریت انسانی معاشرہ اور سماج کی بنیادی عوامل ہیں۔ انسانوں کے آپس میں لین دین اور علیک سلیک کو معاشرت کہا جاتا ہے۔

انسانی اور اسلامی معاشرہ

عورت اور مرد کے ملاپ سے انسانی نسل بڑھتی جارہی ہے اور ان دونوں کے مستقل تعلق سے ہی خاندان کی بنیاد پڑتی ہے، پھر مختلف قسم کے رشتے ناتے، کنبے، قبیلے اور برادریاں وجود میں آتی ہیں۔ پھر ان کنبوں، قبیلوں اور برادریوں کے آپسی تعلقات، مل جل کر رہنے اور ایک دوسرے کے ساتھ مدد اور تعاون کی زندگی گزارنے سے انسانی معاشرہ بنتا ہے، چاہے اس معاشرے کے افراد کسی بھی مذہب اور عقیدے کے ماننے

والے ہوں اور کسی بھی نظریہ یا دین پر ایمان رکھتے ہوں۔ وہ ایک خدا کے قائل ہوں، وہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی کا عقیدہ رکھتے ہوں یا اس کا انکار کرتے ہوں، وہ رسالت کی ضرورت سمجھتے ہوں اور رسول پر ایمان رکھتے ہوں، یا اس کے منکر ہوں۔

البتہ اسلامی معاشرہ صرف وہ معاشرہ ہوتا ہے، جو اسلامی عقائد پر ایمان رکھتا ہے، جو توحید اور آخرت پر یقین رکھتا ہے اور جو رسول اللہ ﷺ کو خدا کا آخری رسول مانتا ہے، جس کے تمام رشتے ناتوں میں خانگی تعلقات میں، ملنے جلنے اور رہنے کے طریقوں میں، برتاو اور سلوک میں، فرائض اور حقوق میں، غرض تمام ہی امور میں اسلامی عقائد و نظریات کارفرما ہوتے ہیں۔[2]

درج بالا توضیحات کی روشنی میں انسانی معاشرہ کی دو قسمیں؛ اسلامی اور غیر اسلامی معاشرہ قرار پاتی ہیں۔ دونوں میں عام انسانی حقوق و تعلق کے سوا اور کوئی ربط نہیں رہتا۔

معاشرتی زندگی کی غیر معمولی اہمیت

معاشرتی زندگی کی ضرورت وحیثیت اور اس کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے ضروری احکام وہدایات دیتے ہوئے جن جامع الفاظ میں تمہید اٹھائی گئی ہے، ان سے معاشرتی زندگی کے بارے میں اسلام کا واضح نقطہ نظر بھی معلوم ہو جاتا ہے اور اس کی حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اسلام میں معاشرتی زندگی کی غیر معمولی اہمیت ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا [3]

(اے لوگو اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔ اللہ سے ڈرو، جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو، بےشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے)۔

اس آیت سے معاشرتی زندگی کے بارے میں چند اہم اور فیصلہ کن ہدایتیں ملتی ہیں:

- اللہ تعالی نے سارے انسانوں کو ایک ہستی سے پیدا کیا۔
- اس ہستی سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا ہے۔
- اس جوڑے کے باہمی تعلق سے بے شمار مردوں اور عورتوں کی نسل اس دنیا میں پھیلائی۔ پس اے انسانو!
- اپنے خالق اپنے پروردگار کی ناراضی سے بچو اور اسکے حق میں کسی کو شریک نہ کرو۔
- اور ارحام یعنی رشتوں کے حقوق ادا کرو[4]۔

مل جل کر رہنے کی فضیلت

انسانی افراد باہمی ارتباط اور اختلاط پر مجبور ہیں۔ اس کے بغیر انسانی سماج کا تصور ممکن ہی نہیں، گویا یہ فطرت کے تقاضے ہیں۔ اجتماعیت میں رہنے اور باہم ایک دوسرے کے کام آنا فطرت کی تکمیل ہے۔ یہ اس قدر اہم امر ہے کہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«إن المسلم الذي يخالط الناس و يصبر على أذاهم أفضل من الذي لا يخالط الناس و لا يصبر على أذاهم»[5]

(حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ مسلمان جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے کہیں زیادہ افضل ہے، اس شخص سے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو طرداشت نہیں کرتا)۔

تکمیل ضروریات کی غیر معمولی معاشرتی اہمیت

سماج افراد سے وجود میں آتا ہے اور افراد کی جان عزت اور مال و آبرو کا تحفظ اس کے وجود و بقاء کے لیے لازم ہوتا ہے۔ بقائے انسانی کے لیے باہمی معاشرتی ضروریات کی تکمیل کی اسلام میں غیر معمولی اہمیت ہے۔ قرآن مجید اور رسول کریم کی حیات طیبہ میں اس کی اہمیت پر جگہ جگہ تعلیمات وارشادات ملتی ہیں۔ اس ضمن میں حضرت ابو ھریرہ ایک حدیث قدسی روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:«إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُودُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي»(6)

(حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قیامت کے دن اللہ کہے گا، اے ابن آدم میں بیمار پڑا تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی۔ وہ کہے گا: اے میرے رب میں کیسے آپ کی بیمار پرسی کرتا آپ تو رب العالمین ہیں؟! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو یہ نہیں جانتا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تُو نے اس کی بیمار پرسی نہیں کی! کیا تو یہ نہیں جانتا کہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا! اے آدم کے بیٹے، میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو تو نے مجھے نہیں کھلایا! وہ کہے گا: اے میرے رب، میں کیسے آپ کو کھانا کھلاتا آپ تو رب العالمین ہیں؟! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو یہ نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا! کیا تو یہ نہیں جانتا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اس کا اجر مجھ سے پاتا! اے آدم کے بیٹے، میں نے تجھ سے پینے کو کچھ مانگا تو تو نے مجھے نہیں پلایا! وہ کہے گا: اے میرے رب میں کیسے آپ کو پلاتا آپ تو رب العالمین ہیں؟! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو یہ نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پینے کو کچھ مانگا اور تو نے اسے نہیں پلایا! کیا تو یہ نہیں جانتا کہ اگر تو اسے پلاتا تو اس کا اجر مجھ سے پاتا)۔

یہ حدیث واضح اور نہایت موثر انداز میں معاشرے میں ایک دوسرے کی ضرورتوں کو پورا کرنا، خدا پر ایمان اور دین کا کھلا تقاضا کرتا ہے۔ خدا کی محبت کا ایک رخ یہ ہے کہ اس کی بندگی اور حقوق میں کسی کو شریک نہ کیا جائے تو دوسرا رخ یہ ہے کہ آدمی خدا کے بندوں کے ساتھ مل کر زندگی گزارے، ان کے حقوق ادا کرے، ان کی ضرورتوں سے واقف ہو اور انہیں پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

کھانا پینا، بیمار پرسی اور تیمارداری یہ سب انسانی ضرورتیں ہیں، لیکن خدا نے ان کو اپنی بے نیاز ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے، اور ان کو اپنی ضرورت قرار دے کر نہایت موثر اور بلیغ انداز میں یہ حقیقت واضح کی ہے کہ اسلام کی نظر میں بندوں کے حقوق کی غیر معمولی اہمیت ہے۔

خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا طریقہ یہ نہیں کہ اس کے بندوں سے تعلقات توڑ کر اور ان سے بیزار ہو کر جنگلوں اور غاروں میں پناہ لی جائے، بلکہ اس کا سیدھا اور مستند طریقہ یہ ہے کہ آدمی ان کے درمیان رہے، ان کے دکھ درد میں شریک ہو کر ان کی خوشیوں اور مسرتوں میں حصہ لے۔ ان کے حقوق ادا کرے، ان کی ضرورتوں کا شدید احساس رکھے اور ان ضرورتوں کو اس نیت سے پورا کرے کہ یہی حقیقی دینداری اور خدا کی رضا حاصل کرنے کا یقینی ذریعہ ہے۔ یہی رسول ﷺ کا اسوہ اور اسلاف کا طریقہ اور دونوں جہان کی سعادت اور کامرانی حاصل کرنے کا اسلامی راستہ ہے۔(7)

آج دنیا کی معاشرت کیسے بہتر ہو سکتی ہے؟ اس کی بہتری کے لیے ہماری معاشرتی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرہ کی فلاح اور ان کے آپس میں رہنے سہنے کے اصول سکھانے کے لیے آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیائے کرام کو بھیجا، جنہوں نے معاشرت کو منضبط کرنے کے لیے کاوشیں کیں اور ربانی ہدایات فراہم کیں، لیکن جو جامع ہدایات اور تعلیمات نبی آخر الزماں ﷺ کی سیرت پاک میں رہتی دنیا تک کے لیے محفوظ کی گئی ہیں، اپنی مثال آپ ہیں۔ یہ تعلیمات دنیا کی کسی مصلح اور قائد کی تعلیمات میں نہیں مل سکتیں۔

لہذا سیرت پاک کی روشنی میں ہماری جو معاشرتی ذمہ داریاں بنتی ہیں، اس مختصر مقالہ میں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

یہ ذمہ داریاں دو طرح کی ہو سکتی ہیں؛ ایک بطور حکمران، دوم بطور فرد اور رعایا کے۔

حکمران کی حیثیت سے معاشرتی ذمہ داریاں

بطور حکمراں یہ ذمہ داری { مختصرا } یوں ادا ہوسکتی ہے کہ منصب کی حساسیت کا ادراک ہو۔ تمام معاملات میں اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ رسول ﷺ [8] ہو اور تمام حقوق میں حقوق اللہ اور حقوق الرسول ﷺ [9] مقدم ہو۔ ریاستی امور کے ساتھ دین کے ضروری علم کے حصول کا شعوری ادراک کی کوشش کریں۔ رعایا کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے مسلسل فکر مندی لاحق ہو۔ امت کی خیر خواہی اور فلاح کا جذبہ ہر وقت موجزن ہو۔ فریضہ حق کی دائیگی کا غم ہر وقت لاحق ہو[10]۔ قوم کو ایک راہِ عمل پر ابھارنے کا جہدِ پیہم خود عمل کا حصہ ہو۔ خادمِ قوم[11] کا طرزِ عمل ہر وقت سلوک سے جھلکتا نظر آتا ہو، جس کے بنیاد پر رعایا کا اعتماد حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اجتماعی مفاد انفرادی اور ذاتی مفاد پر مقدم رکھتا ہو۔ دشمنوں کی ریشہ دوانیوں سے قوم و رعایا کو تحفظ[12] فراہم کرنے کے لیے مستعدی سے کام لیتا ہو۔ ہر فرد کے لیے عدل و انصاف تک رسائی ایسے عام اور آسان کرنے والا ہو، جس قدر ضروریات زندگی تمام رعایا کو دستیاب ہوسکتی ہے۔ قومی خطرہ اور پریشانی ایسے محسوس کرتا ہو، جیسے اس کے ذات اور خاندان کو خطرہ لاحق ہو۔ قومی خزانہ اور حقوق کی محافظت اپنی ذاتی املاک سے بڑھ کر کررہا ہو۔ ملکی و بین الاقوامی معاملات میں ہر طرح کی دینی و قومی خیر خواہی پیشِ نظر رکھتا ہو۔ صادق[13] ، ناصح و امین[14] اور کفایت شعار اور خود انحصار ہو۔ خود غرضی اور لالچ اس میں راہ نہ پاسکتی ہو۔ معاملہ فہمی، متانت، سنجیدگی، وقار، ملنساری، انکساری، قانون کی اتباع، خدا ترسی، ایثار و قربانی[15] کے جذبات سے لبریز ہو۔ الغرض ان کی شخصیت مرجع خلائق اور رحمت و مودت[16] سے عبارت ہو۔

اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ حکمران میں سختی نہیں ہوگی۔ جب حالات اس کا تقاضا کرے تو حکمران پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ نفاذِ قوانین مگر حق کے لیے سختی کریں۔ قرآن مجید، سیرتِ نبوی اور سیرت خلفائے راشدین کی زندگیوں سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ نفاذِ حق کے لیے اگر فاطمہ[17] کا ہاتھ کاٹنا پڑ جائے تو اس سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔

فرد کی حیثیت سے ہماری معاشرتی ذمہ داریاں

ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم کو اللہ تعالی نے ایک ایسے نبی کے امتی کا شرف بخشا ہے، جو خاتم النبیین اور رحمۃ اللعالمین[18] ہے، جس کی زندگی کے صبح و شام کی تعلیمات اس قدر روشن اور محفوظ[19] ہے، کہ جس قدر سورج کی روشنی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ »[20]

میں نے تمھیں ایسے روشن راستے پر چوڑا ہے، جس کی رات اس قدر روشن ہے، جس قدر اس کا دن روشن ہے۔ اس سے سوائے ہلاک ہونے والے کے کوئی اور روگردانی نہیں کرتا۔

نبی ﷺ کی زندگی اور سیرت ہمارے لیے نمونہ عمل[21] ہے، جس میں ہماری معاشرتی ذمہ داریوں سے عہدہ براں ہونے کا واضح طریقہ کار مل جاتا ہے، اگر احساس اور جستجو سے کام لیا جائے۔ ان ذمہ داریوں کا ذیل میں مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

حق کی مدافعت اور ترویج کے لیے کھڑے ہونا

ہماری معاشری ذمہ داریوں میں یہ بات شامل ہے کہ ترویج حق کے لیے خواہ مرد ہو یا عورت اپنا مخلصانہ حصہ ڈالنا چاہیے، تاکہ ادائے حقوق کے لیے ایک قوت نافذہ ممکن بنایا جاسکے اور حق کا بول بالا ہو، جو معاشرے کے اندر ہر فرد اور خصوصا کمزوروں کے حقوق کا محافظ بن سکے۔ یہ کام اگرچہ مشکل ہے، لیکن کرنا ضروری ہے، تب جا کے ہماری معاشرتی ذمہ داریاں پوری ہوں گی۔ جس طرح خاندان یاسر نے ابو جہل کے سامنے حق کا دفاع کرتے ہوئے شہادتیں دیں[22]۔ فاطمہ بن خطاب اور ان کی شوہر سعید بن زید نے جوان ہمتی اور دفاعِ دین کا حق کا ادا کرتے ہوئے عمر بن الخطاب جیسے جبروت کو حق کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا، اس کے بعد وہ خود حق کے لیے کھڑے رہے اور محافظِ حق کے ساتھ نشان عدل بھی بن گئے۔[23]

خاندان نبوت کے چشم و چراغ اور جنتی نوجوانوں کے سردار[24] امام حسین علیہ السلام نے نظامِ حق کا دفاع کرتے ہوئے جو قربانی دی ہے، رہتی دنیا کے لیے ایک بے نظیر مثال ہے۔ جن کی شہادت پر ہر سال محرم میں کروڑوں مسلمان شیعہ بھی اور سنی بھی اپنے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان غمگساروں میں سے بہت ہی کم لوگ اس مقصد کی طرف توجہ کرتے ہیں' جس کے لیے امام نے نہ صرف اپنی

جان عزیز قربان کی بلکہ اپنے کنبے کے بچوں تک کو کٹوادیا۔[25] یہ وہ معاشرتی ذمہ داری تھی جس نے آنے والوں کے لیے زندگی کا ایک رخ متعین کیا کہ اگر وہ اپنی ان ذمہ داریوں کا ادراک اور احساس نہیں کریں گے تو معاشرتی خرابیوں اور بگاڑ کو روکا نہیں جاسکے گا۔

اسی طرح اسلام نے دفاعِ ریاست کی ذمہ داری اگرچہ عورت پر نہیں ڈالی ،تاہم ام عمارہ (احد، خیبر، حنین، یمامہ) اسماء بنت یزید (یرموک) ام سلیم (احد، حنین) حضرت صفیہ (خندق) ربیع بنت معوذ، ام عطیہ (احد) جیسی خواتینِ اسلام کو اپنی ان معاشرتی ذمہ داریوں کے احساس اور سربلندی حق کے جذبے نے میدان کارزار میں لے آئیں[26] اور نبی کریم کے ساتھ صحابہ کرام نے پتھر باندھ کر اقامت اور ادائے حق کے لیے زندگیاں خطرے میں ڈال کر کھڑے رہے۔

آج ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ حق کو سپورٹ کرنے والے کم اور باطل کی حمایت کرنے والے زیادہ ہیں۔اس کی وجہ ہے کہ آج معاشرتی بگاڑ، محرومیاں اور برائیاں بڑھ رہی ہیں۔ملک دیوالیہ ہورہاہے۔معیشت، معاشرت ،اجتماعیت ،ملک میں لاء اینڈ آرڈر کا توازن بگڑ رہا ہے۔ان حالات اور اس منظر نامے میں ہم اپنی معاشرتی ذمہ داریوں سے تب سبک دوش ہو سکتے ہیں، کہ جب ہم حق کے ساتھ کھڑے ہو کر انصار اللہ بن کر[27] مدافعتِ حق کے لیے اپنی توانائیاں کماحقہ لگارہے ہوں۔

معاشرے میں الفت اور محبت کو پروان چڑھانا

الفت اور محبت معاشرے کی بنیاد ہے، کیونکہ انسان انس سے ہے۔اس لحاظ سے فرد و معاشرہ دونوں الفت و محبت کا تقاضا کرتے ہیں۔اس الفت و محبت سے اجتماعیت کا حسن قائم رہتاہے اور معاشرت کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔اسی بات کی نشاندہی حضرت ابو ھریرۃؓ کی اس روایت میں موجود ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«الْمُؤْمِنُ مَأْلَفَةٌ ، وَلاَ خَيْرَ فِيمَنْ لاَ يَأْلَفُ وَلاَ يُؤْلَفُ »[28]

(رسول خدا ﷺ نے فرمایا: مومن سراپاالفت و محبت ہوتاہے اور اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ تو دوسروں سے محبت کرتاہے اور نہ دوسرے ہی اس سے محبت کرتے ہیں)۔

اس دور میں معاشرے کے اندر تیزی کے ساتھ دوریاں پیدا ہورہی ہیں، نفرتوں میں اضافہ ہورہاہے اور دشمنیاں بڑھ رہی ہیں، جس سے انسانوں میں خلیج پیدا ہورہاہے۔لہذا آج ہماری سب سے اہم معاشرتی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ ہم انسانوں کے درمیان نفرتیں کم کرنے اور الفت و محبت پیدا کرنے کی ممکن کوشش کریں۔ان کی دوریاں قربت میں تبدیل کریں اور ان کی غموں کو دور کرنے کی ہر سبیل تلاش کی جائے، جو بڑے اجر و ثواب کا کام ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ [29] دوسری جگہ ارشاد ہے:وَالصُّلْحُ خَيْرٌ [30] ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے:لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ، وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللهِ ، فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا [31]

جب کہ حدیث مبارکہ میں اسی مضمون کو آپ ﷺ نے بروایت حضرت أَبِو الدَّرْدَاءؓ یوں ارشاد فرمایا:

«أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِدَرَجَةٍ أَفْضَلَ مِنَ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ؟» قَالُوا: بَلَى، قَالَ: «صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ »[32]

(کیا میں تم کو روزہ، نماز اور صدقہ خیرات سے افضل درجہ والی چیز نہ بتاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: باہمی اتفاق سب سے افضل ہے کیونکہ آپس کی نااتفاقی (دین کو) مونڈنے والی ہے (یعنی جیسے استرے سے سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں، ایسے ہی آپس کی لڑائی سے دین ختم ہو جاتا ہے)۔

اگر معاشرہ میں انسانوں کے اندر الفت و محبت نہیں ہے، تو لازمی بات ہے، پھر فساد کا دروازہ کھلا ہوگا اور انسانوں کے درمیان خلیج بڑھ رہا ہوگا، اور وہ ایک دوسرے کو مولی گاجر کی طرح کاٹ کے رہے ہوگے، جسے سمجھنا آج کل کوئی مشکل نہیں۔ بین الاقوامی طور پر انسانی الفت، محبت اور

مفاہمت کی بجائے دشمنی اور خلیج میں غیر معمولی اضافہ کے ساتھ دنیا میں جنگی ہتھیاروں میں بے تحاشا اضافہ ہوا ہے۔ معمولی سی غلطی یا اپنے مفاد کی حصول میں ناکامی کی وجہ سے کئی ممالک آنا فاناً آگ اور خاک وخون میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ سابقہ عالمی جنگوں، امریکہ، نیٹو عراق، افغان طالبان جنگ میں یہ سب کچھ ہوا ہے اور موجودہ روس یوکرین جنگ میں ہو رہا ہے۔

یہی معاملہ اندرون ملک بھی تباہی کا باعث بن بنتا رہتا ہے، جیسا کہ آج کل ہمارے ملک پاکستان میں سیاسی ناہمواری، اجتماعی اور سیاسی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے انار کی پھیل رہی ہے۔ انفرادی مفاد نے اجتماعی مفادات کو خطرے میں دال دیا ہے۔ اسی طرح ملک عدم استحکام کا شکار ہے اور کشمیر جیسے مسئلے سے تمام سیاسی جماعتیں بنگلہ دیش کی طرح دست بردار ہو گئی ہیں۔ ملکی معیشت تباہی سے دوچار اور سٹیٹ بنک آف پاکستان بھی اس خلفشار کی وجہ سے ورڈ بنک کے حوالہ ہو گیا ہے۔ یہ سب کچھ باہمی عداوت اور آپس میں الفت ومحبت کے نافید ہونے کا نتیجہ ہے۔

حدیث بالا میں بجا طور پر باہمی نااتفاقی (دین کو) مونڈنے والی چیز قرار دی گئی ہے، جیسے استرا سر کے بال کو صاف کرتا ہے۔ ایسے ہی آپس کی لڑائی نہ صرف دین کو بلکہ مملکت تک کو ختم کر دیتی ہے۔ اس لیے انسانوں میں باہمی الفت و محبت پیدا کرنا کوئی معمولی کام نہیں، بلکہ ایک ناگزیر عظیم انسانی، اجتماعی اور معاشرتی خدمت ہے۔

ظلم کی روک تھام اور عدل پروری

ظلم سے بستیاں اجڑتی ہے، ملک ویراں ہو جاتے ہیں اور عدل وانصاف کا جنازہ نکلتا ہے۔ سماجی محرومیاں بڑھتی ہیں، اور سماج میں تقسیم کے رویے پروان چڑھتے ہیں۔ خوف وہراس اور انتشار پھیل جاتا ہے۔ جب لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور حالات کنٹرول سے باہر ہو جاتے ہیں، تو سماجی حقوق کا تحفظ مشکل ترین مسئلہ بن جاتا ہے اور ملک کمزور ترین حالت میں چلا جاتا ہے، جہاں عصمتیں محفوظ نہیں ہوتی اور مظلوموں کی چیخ و پکار اور انتقام کے جذبات امڈ آتے ہیں اور آہیں بلند ہوتی ہیں، یوں اللہ تعالی کے غضب اور انتقام کا تازیانہ بھی تمام معاشرے پر برسنے کا سبب بنتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ[33] جب مظلوموں کے حقوق سے آنکھیں بند کی جاتی ہیں، تو ان کی دعائیں اوپر آسمان پر سنی جاتی ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« ثَلاَثَةٌ لاَ تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: ... وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللهُ فَوْقَ الغَمَامِ وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ: وَعِزَّتِي لأَنْصُرَنَّكِ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ »[34]

تین لوگوں کی دعائیں رد نہیں ہوتی، ایک ان میں سے مظلوم ہے کہ جس کی دعا اللہ اوپر اٹھاتا ہے اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیتا ہے، اور فرماتا ہے کہ میں تمہارے دعا کو ضرور قبول کروں گا، اگرچہ اس میں کچھ تاخیر ہو جائے۔

غضب الہی بھڑک اٹھنے والے حالات پیدا ہونے سے پہلے سماجی عدل وانصاف کے قیام کے لیے کوششیں کرنا از حد ضروری اور ہماری معاشرتی ذمہ داری ہے۔ جن معاشروں میں عدل گستری نہیں، آخر کار تباہی سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ اس تباہی سے بچانے کے لیے اللہ تعالی نے پیغمبروں کو عدل وانصاف کے ترازو کے ساتھ بھیجا ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ[35]

عدل وانصاف کے قیام کے لیے اگر جنگ ناگزیر ہو تو اس سے بھی دریغ نہیں کیا جائے گا، بلکہ ایسا کرنے کا حکم ہے۔ تاکہ سماج میں امن و سکون ہو اور حقوق کا تحفظ ہو۔ ارشاد باری تعالی ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ () الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ[36]

مشروعیت جہاد کا سبب مظلومین کی حمایت، فساد اور ظلم کی روک تھام اور امن وسلامتی کا قیام ہے، ورنہ دیر و معابد اور گرجے و مساجد ویران ہو جائیں، جیسا کہ آیت مذکورہ کا مدعا ہے، جو اجتماعی اور سماجی مراکز ہیں۔

مظلوموں کی حمایت اور دادرسی ضروری اور امرِ الٰہی ہے اور فلسفہ جہاد بھی یہی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا(37)

ظلم سے نظامِ کائنات درہم برہم ہوتا ہے اور سماج عدم توازن کا شکار ہو جاتا ہے اور نظامِ ریاست میں خرابی آتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ میزان اور ترازو کے برابری کا حکم صادر فرمایا ہے:

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (38)

معاشرتی اخلاق کو رواج دینا

اسلام کی معاشرتی تعلیمات اور اخلاق بہت ہی شاندار اور پائیدار ہیں۔ ہماری معاشرتی ذمہ داری ہے کہ ان کو رواج دیں، اور عام کرنے کے لیے ہر طرح سے انفرادی اور اجتماعی کوششیں بروئے کار لائیں۔ ان اخلاقیات میں سے چند ایک کا ذکر کرنا مناسب ہوگا:

وفائے عہد یا غدر

وفائے عہد اسلام میں ایک اہم معاشرتی قدر ہے، انسانی معاملات اور لین دین کے استحکام کا دار و مدار اس پر ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے حکم صادر فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ (39)۔ اسی حکم کے اتباع میں آپ ﷺ نے ایک شخص کا ایک مقام پر تین دن انتظار کیا، اور بے وفائی و بد عہدی کے الزام سے بچنے کے لیے تکلیف اٹھائی۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے بد عہدی(40) کو ایمان کے منافی قرار دیا ہے، جبکہ ایک حدیث قدسی میں بد عہدی اور غدر کرنے والے کے خلاف آپ ﷺ کو قیامت میں بطورِ مخاصم پیش کیا گیا ہے، حضرت ابوھریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قال الله تعالى : « ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا ، فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ »(41)

اس حدیث میں تین اہم معاشرتی رذائل اخلاق کا ذکر ہے: وعدہ خلافی یا بد عہدی، آزاد آدمی کو بیچنا، مزدور کو اجرت نہ دینا۔

۱۔ وعدہ خلافی یا بد عہدی سے تین طرح کے نقصانات پیدا ہوتے ہیں:

۱۔ مالی نقصان، ۲۔ وقت کا ضیاع، ۳۔ اور سماجی تعلقات کی خرابی

۲۔ اسی طرح آزاد آدمی کو بیچنے سے درج ذیل سماجی و معاشرتی خرابیاں جنم لیتی ہیں:

۱. ایک طرف اگر یہ دھوکہ دہی ہے، تو دوسری طرف اس طریقے سے ایک آزاد انسان غلام بنانا انتہائی ظلم ہے۔
۲. معاشرتی تعلقات میں خرابی
۳. ظاہری جسمانی مشقت کے ساتھ نفسیاتی ظلم بھی ہے۔

۳۔ مزدوری کو اجرت نہ دینا درج ذیل خرابیوں کا باعث بنتا ہے:

۱. جسمانی اور نفسیاتی اذیت
۲. مزدور معاشرے کا کمزور ترین طبقہ ہے، ان کا گزر بسر روزانہ کی اجرت پر ہوتا ہے، ان کو اجرت نہ ملنا معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔
۳. ان کی حقوق پامالی سے اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے اور معاشرے پر ان کی رحمتیں بند ہوتی ہے، جو سب سے خطرناک بات ہے۔

صبر و تحمل

معاشرتی اخلاقیات میں صبر کا بہت بڑا مقام ہے، کسی بھی معاشرے کو ترقی کے اعلیٰ مقام پر پہنچانے کے لیے انتھک کوششیں درکار ہوتی ہیں، جس کے بغیر وہ مطلوبہ مقام حاصل نہیں کیا جاسکتا، لیکن یہ صبر و حلم کے بغیر ممکن نہیں۔ الغرض ترقی کا راز صبر کے راستہ سے گزرتا ہے۔

جب تک صبر لیڈر شپ سے ہوتے ہوئے سوسائیٹی کے اندر اجتماعی شکل اختیار نہ کرلیں، ترقی کے مطلوبہ منازل طے نہیں کیے جا سکتے۔اس لیے نبی کریم ﷺ جو ہمارے لیے نمونہ عمل ہے، کو اسی کا حکم ہوا، ارشاد باری تعالی ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ (42)

اولوالعزم لوگوں کا راستہ صبر سے گزرتا ہے۔ عجلت پسندی سے حاصل کیا ہوا کوئی بھی مقام دیرپا نہیں ہو سکتا۔اعلی مراتب کا حصول صبر کے بغیر ممکن نہیں۔ایک حدیث قدسی میں حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ اللَّهَ تَعالى قَالَ: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتَيْهِ، فَصَبَرَ؛ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ » (٤٣)

الجاو، ٹکراو اور بے صبری ایک اچھے معاشرے کی صفات نہیں، بلکہ اس کے مقابلے میں صبر وحلم اور عفو ودر گزر اعلی صفات ہیں، جس میں کامیابی کی نوید پوشیدہ ہے، اس لیے آپ کو اللہ تعالی نے یہی حکم دیا ہے: **وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ** (44)

اللہ تعالی ہمیشہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہیں(45)۔ نبی کریم ﷺ کو کئی موقعوں پر بے تحاشا اشتعال دلایا گیا، تاکہ آپ ﷺ کو کسی ناخوش گوار اقدام پر اکسایا جائے، خاص کر حدیبیہ کے موقعہ پر رات کے وقت قریش کے چالیس آدمیوں نے مسلمانوں کے کیمپ پر پتھراو کیا، اور تیر برسائے۔اسی طرح نماز فجر میں ۸۰ آدمیوں نے حملہ محض اس لیے کیا تاکہ ان کو مشتعل کرکے امن کی کوششوں کو سبوتاج کیا جائے، لیکن آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے ان گرفتار کیا اور نہایت ہی تحمل اور صبر وبرداشت سے کام لے کر معاف کیا اور ان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا(46)۔

آج ہماری اجتماعی معاشرتی ذمے داری ہے کہ ہم اجتماعی طور پر صبر وضبط پر عمل پیرا ہو اور اپنی سوسائیٹی میں صبر وتحمل کی تعلیمات کو عام کردے۔ پاکستانی عوام میں عموما اور نوجوانوں میں خصوصا اس کو اپنانے کی اشد ضرورت ہے، جو جلد بازی اور بے صبری کے شکار ہیں، جو بعض اوقات اپنی ذاتی نقصان کے ساتھ دوسروں اور ریاستی املاک کو بھی نقصان پہنچانے سے بھی باز نہیں آتے۔

شہر اور بستیوں میں رہن سہن کے آداب اور ہماری معاشرتی ذمہ داری

انسانی کو زندگی ایک بار ملتی ہے، جس پر ہمیشہ کی زندگی کا دارومدار ہے۔لہذا جہاں انسان رہتے ہوں، آدابِ معاشرت کا اچھی طرح خیال رکھنا نہایت ضروری اور لازمی امر ہے، تاکہ اس زندگی کو مفید اور کارآمد بنایا جائے۔ محلوں، گلیوں اور گھروں کی صفائی وستھرائی ہو یا آپس میں تعلقات، سب کا اجلا اور صاف ہونا ضروری ہے۔اسلام دین فطرت ہے، جس نے انسانوں کو ہر طرح سے صاف ستھرا، مناسب اور معتدل رہنے کی تعلیم اور تاکید فرمائی ہے: **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ**(47) دوسری جگہ ایک اور پسِ منظر میں یوں ارشاد فرمایا:

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ (48)

ان دونوں آیات میں اللہ تعالی نے ظاہری صفائی کے ساتھ باطنی صفائی اختیار کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ جس میں جسم اور مکان کی صفائی کے ساتھ عقیدہ کی صفائی (التَّقْوَى) بھی شامل ہے۔اسلام نے حفظانِ صحت کے اصولوں کا وہ خیال رکھا ہے، جو کسی بھی انسانی تعلیم سے بہت ہی ارفع ہے۔اس کا تذکرہ کئی قرآنی آیات اور احادیث میں موجود ہے۔ بطورِ مثال نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **«الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ»**(49) اس حدیث میں صفائی کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔اسی طرح ماحول کی صفائی انسان کی ضرورت ہے، تاکہ وہ صحت مند ہو اور بیماریوں سے محفوظ رہے۔اسلامی تعلیمات میں ایسے مقامات کی صفائی کا خاص حکم دیا گیا ہے، جہاں سے اجتماعی معاشرتی مفاد وابستہ ہو۔ مثلاً پانی اور گزرگاہ(50)، یا مجالس کی جگہ یا جہاں سرِ راہ سایہ دار درخت ہوں(51)۔ پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے، جسے اللہ تعالی نے بجا طور حیاۃ(٥٢) قرار دیا ہے۔لہذا اس کو صاف ستھرا رکھنا حیاۃ کی حفاظت ہے۔آپ ﷺ نے ایک حدیث میں اس کو صاف رکھنے کی تاکید ان الفاظ میں فرمائی ہے:

«لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ» (٥٣)

اسی طرح آپ ﷺ نے برتن میں رکھے ہوئے پانی کو ڈھانک رکھنے کا بھی حکم دیا ہے(٥٤)۔

جس زمانے میں جراثیم اور بکٹیریا کا تصور نہیں تھا، اسلام نے ماحول کو صاف رکھنے اور حفظان صحت کا اس قدر احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کہ کسی بھی مذہب میں اس کا تصور نہیں ملتا۔ لیکن ہم مسلمان آج ان اصولوں کو اختیار کرنے اور اس کو روبہ عمل لانے کے زیادہ محتاج ہیں۔ اس طرف توجہ دینا آج ہماری معاشرتی ذمہ داری ہے، کیونکہ ملک میں ہر طرف اور ہر چیز میں پلوشن اور ملاوٹ ہے۔ ہر چیز بے ہنگم اور بے ترتیب ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرتی نظم وضبط، ترتیب و تنظیم اور ہر طرف طہارت و پاکیزگی کو رواج دیا جائے۔

ایثار و قربانی

آج ہمارے ملک میں ہر طرف بدحالی، پریشانی، مایوسی اور خود غرضی نے ڈھیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ اس صورت حال سے معاشرے کو نکالنے کے لیے کمربستہ ہونے اور ایثار و قربانی کی ضرورت ہے۔ اپنے وقت، محنت، صلاحیت اور مال کو اس کار خیر کے استعمال میں لانا عظیم ایثار ہے۔ اس کے بغیر ہماری معاشرتی ذمہ داریاں بطریق احسن ادا نہیں ہو سکتی۔ مدنی معاشرے اور ریاست کی بات کرنا تو آسان ہے، لیکن ان تعلیمات کو عمل میں لانا ایک مشکل ترین کام ہے، لیکن اس کے بغیر ہماری معاشرتی ذمہ داریاں بھی ادا نہیں ہو سکتی۔ ملک قرضوں میں ڈوب گیا ہے اور رعایا غلامی کے دور میں پہنچ گئے ہیں، لیکن ارباب اختیار اور سرمایہ دار اپنے سرمایے کو بڑھانے اور غیروں کے ملک میں منتقل کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسے حالات میں وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ[55] اور مواخات مدینہ کے تقاضے کہاں پورا ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ، خلفائے راشدین، اسلافِ امت اور تحریک پاکستان میں پیش کردہ ایثار و قربانی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

امت کے اندر ایثار و قربانی میں کوئی کمی نہیں، صرف ان کے اندر جذبہ ایثار کو پھر سے بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر مدینہ جیسے ریاست کا تصور تو کیا جا سکتا ہے، لیکن بنایا نہیں جا سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے مہینوں تک اپنے گھر میں چولہا تک نہیں جلایا، لیکن خمس[56] جیسے اور غنیمتوں کا ایثار کر کے امت کو سہارا دیا۔ ابو بکر صدیق اور دیگر خلفائے راشدین نے اپنے وقت، مال، کاروبار اور صلاحیتوں کی ایثار و قربانی دی، تو امت اور ریاست مدینہ کو ممکن بنایا۔

اسی طرح بانیان پاکستان نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ایثار و قربانی کے نتیجے میں وطن عزیز کو دنیا کے نقشے پر ممکن بنایا۔ اس ملک خداد کی نعمت کے امین ہونے کا حق تب ادا ہو گا، جب اس کے رعایا کو ایثار و قربانی کے ذریعے قرضوں کے بوجھ سے چھٹکارا دلایا جائے اور اس کے امن و سلامتی کو یقینی بنایا جائے۔ ملک کو غربت، افلاس، بدامنی، بدحالی اور بے رونی مداخلت سے نکالنے کے لیے اس وقت سخت ایثار و قربانی کی ضرورت ہے۔ مسلمان سرمایہ کاروں کو بیرونی سرمایہ ملک میں لا کر تعمیر و ترقی میں اپنا حصہ ڈالنا چاہیے، جو ان کے لیے ایک عظیم صدقہ جاریہ ہو گا۔ اسی طرح مختلف صلاحیتوں اور پیشوں کے مالک بیرونی دنیا کے آسائشوں اور مال و دولت کے مواقع کا ایثار کر کے ملک کو ترقی کے خطوط پر استوار کرنے میں اپنا حصہ ڈالیں، بعید نہیں کہ یہ ملک قلیل عرصہ میں ترقی کے اعلی منازل طے کریں۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی[57]

کفایت شعاری اور اور خود انحصاری کی ضرورت اور برکتیں

افرادِ معاشرہ میں جب کفایت شعاری اور اور خود انحصاری ہو تو ملک بہت سی مادی اور روحانی بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔ خاص کر زمامِ کار اور ایوانِ حکومت کی ذمہ داری جب درپیش ہو تو گمراہی کے بہت سارے اسباب و عوامل سامنے آتے ہیں، جن سے بجز کفایت شعاری اور خود انحصاری کے کوئی بچ نہیں سکتا، کیونکہ انسانی ضرورتیں بے شمار ہوتی ہیں اور بہک جانے کا خطرہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اس صورت حال میں اجتماعی اور ریاستی ذمہ داریوں کو مقدم رکھتے ہوئے فرد کو ذاتی اغراض و مقاصد کو موخر کرنا چاہیئے۔ خاص کر اس وقت جب کہ ملک خراب اور بد ترین صورت حال سے دوچار ہے، تو مفادِ عامہ کو ہر وقت ملحوظ خاطر رکھنا اور کفایت شعاری اور اور خود انحصاری اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔

اسلامی تاریخ اور سیرت ہمیں بتاتی ہے کہ اس قسم کے حالات سے ہمارے پیارے نبی اور آپ کے پیارے صحابہ بھی دوچار رہے ہیں، تاہم انہوں نے جس کفایت شعاری اور اور خود انحصاری کا مظاہرہ کیا ہے، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے اس ضمن میں اشعری لوگوں کی بہت ہی تحسین فرمائی ہے، جیسا کہ ابو موسی اشعری خود بیان کرتے ہیں کہ رسولُ اللهِ نے فرمایا:

إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ (۵۸)

(بے شک اشعری لوگ جب جہاد یا مدینہ میں قلت ِطعام کے شکار ہو جاتے ہیں، تو وہ اپنا کھانا ایک کپڑے میں جمع کرتے ہیں اور پھر آپس میں ایک پیالے سے برابر تقسیم کرتے ہیں۔ پس وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں)۔

اس خود کفالت، خود انحصاری اور کفایت شعاری نے عموماان کو مدینہ میں سخت ترین حالات میں سنبھالا دیا اور مشکل حالات پر قابو پانے میں اللہ تعالی نے حوصلہ واستقامت دی اور ملک وامت کو ڈیپالٹ ہونے سے بچالیا، جس پر اللہ تعالی نے ان کو سراہتے فرمایا:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ(59) اور وہ دوسروں کو ترجیح دیتے اگرچہ وہ خود محتاج ہوں۔

مدینہ میں آنے والے مہاجرین نے اسی اصول کو اپناتے ہوئے کاروبار اور بازار کا رخ کیا اور یوں انہوں نے خودانحصاری اور کفایت شعاری کی اعلی مثالیں قائم کیں۔ اس سلسلے میں عبد الرحمن بن عوف کو مدد کی پیشکش ہوئی تاہم انہوں نے خودانحصاری کی بے نظیر مثال قائم کی، حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مدینہ میں تشریف لائیں تو آپ نے سعد بن ربیع انصاری کے ساتھ ان کی مواخات قائم کی، جنہوں نے اسے اپنے مال واہل میں شریک کرنے کی پیشکش کی۔ اس وقت ان کی دو بیویاں تھیں، لیکن آپ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا:

دُلُّونِي على السّوقِ. قال: فأتَى السّوقَ فرَبحَ شَيئًا مِن أَقِطٍ وشَيئًا مِن سَمنٍ، فرآه النَّبيُّ – – بَعدَ أيّامٍ وعَلَيه وَضَرٌ مِن صُفرَةٍ، فقالَ:"مَهْيَمْ". فقَالَ: تَزَوَّجتُ امرأةً مِنَ الأنصارِ. فقالَ: "ما سُقتَ إِلَيها؟ " قَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، فقَالَ « أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ »(٦٠)

اللہ پر اعتماد، مسلسل محنت اور کفایت شعاری کی برکتیں تھیں کہ مدینہ میں صلح حدیبیہ اور فتح خیبر کے بعد وسائلِ زندگی کی پیراوانی ہوگئی اور فتوحات اور غنیمتوں کے دروازے کھل گئیں اور ہر طرف امن وسکون کا آغاز ہونے لگا، جیساکہ سورت الفتح میں اس کا تفصیلی ذکر ہوا ہے، تاہم یہ سب کچھ صبر واستقامت، عزم واستقلال، عزیمت وہمت کے ساتھ آزمائشوں کو جھیلنے کے بعد ہوا، جس کا نقشہ مدنی سورتوں میں مختلف مواقع پر کھل کر کھینچا گیا ہے۔

آج ملکِ خداد میں جو حالات ہیں، ہمیں کفایت شعاری اور خودانحصاری وخوداری اختیار کرنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ ملک سودی قرضوں کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے۔ ہر طرف قوم وملک میں بے اطمینانی اور بے چینی، نااتفاقی، خود غرضی، محرومی اور ذاتی مفادات کو ترجیح دینے والوں کا دور دورا ہے۔ قوم وملک اندرونی اور بیرونی سازشوں کا شکار اور یرغمال بنا ہوا ہے، جس میں عام رعایا ذلیل وخوار ہورہے ہیں۔

انفرادی اور اجتماعی محاسبہ کی ضرورت

انسانی کاموں کا، کارپوریشنوں اور کمپنیوں کی طرح ریاستی منصوبہ بندی، مالی معاملات، اور انتظامی امور کے پروگریس کا آڈٹ، تجزیہ اور چیک بیلنس معلوم کرنا ازحد ضروری ہوتا ہے، ورنہ صرف شدہ سرمایہ، وقت اور محنتیں ضائع ہونے کے ساتھ تمام ریاستی اداروں کے ناکامی اور رعایا کے غلامی کا خدشہ ہوتا ہے۔ سستی، کاہلی وکمزوری اور بے توجہی انسان کو طبعی طور پر لاحق ہونے والے امور ہیں (61)، ان کے برے نتائج سے بچنے اور مستقبل میں بہتری کے لیے احتساب اور نظر ثانی انسانی کاموں کا تقاضا ہے۔ موجودہ حالات میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر اس لیے محاسبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس محاسبے کی بنیاد افرادی کی ہمدردی اور خیر خواہی ہے، ہماری اکثریت مسلمان ہیں، اور ہمارے مذہب کا لب لباب خیر خواہی سے عبارت ہے۔ جس میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اطاعت وفرمانبرادری کو نہانا خیر خواہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی طرح ذمہ دارانِ حکومت سے وفاداری اور ان تک رعایا کے مشکلات اور ضروریات کے احوال پہچانا، ان کی خیر خواہی ہے، تاکہ وہ اس کی مناسب انتظام کرسکیں۔ اسی طرح عام لوگوں کے لیے اسلام کی خیر خواہی یہ کہ وہ اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو تاکہ ریاست میں امن وسکون اور توازن ہو اور آخرت میں بازپرس سے نجات۔(٦٢)

یہ محاسبہ دنیا میں معاملات کی بہتری کا ذریعہ ہے اور آخرت {یومِ حساب} میں تخفیف کا سبب (٦٣)۔ منفی رویوں کو مثبت اور انفرادیت کو اجتماعیت میں تبدیل کرنے کا بہترین طریقہ احتساب ہے اور ایسا کرنے والے شخص کو حدیث میں ہوشیار و سمجھدار کہا گیا ہے، جو اپنے نفس کا غلام بن کر نہیں رہتا، بلکہ اس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔(٦٤) محاسبہ نفس کی اس کیفیت کو خوفِ خدا اور حکمت بھی کہا گیا ہے، کیونکہ معاملات میں کامیابی کا دارو مدار اس پر ہے۔

یوں ہی اجتماعی، تنظیمی اور ریاستی فیصلوں میں محاسبہ کی اس سے بھی بڑھ کر ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ ان فیصلوں پر پوری ریاست اور تنظیم کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار ہوتا ہے۔ اس میں معمولی غلطی دنیا میں ریاست کی ناکامی اور آخرت میں ذمہ داروں کے لیے بڑے خسارے اور بازپرس کا سبب بنتا ہے، جس سے ہمارے خلفائے راشدین حد درجہ خائف تھے (٦٥)۔ اس احساس نے ان کو کامیابی سے ریاست کو چلانے پر مجبور کیا اور مثالی درجے کے اصولِ حکمرانی قائم کر کے چلے گئے، جو رہتی دنیا کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

نتائج بحث

- اسلام کی نظر میں فرد کی حیثیت سے معاشرتی ذمہ داری مذہب اور عقیدہ کے قید سے ازاد ہے۔ یعنی ایک شخص خدا کے قائل ہو یا نہ ہو، زندگی بعد موت کا عقیدہ رکھتا ہو یا اس کا انکاری ہوں، رسولوں پر ایمان رکھتا ہو یا نہیں، سب کے ساتھ انسانی نقطہ نگاہ سے بہتر سلوک کا حکم دیتا ہے۔
- انسانی ارتباط اور اختلاط کے نتیجہ میں انسانوں کے دکھ درد میں شریک ہونا خدا پر ایمان اور دین وفطرت کے تقاضے ہیں، لیکن اسلام کی نظر میں باعث اجر وثواب بھی ہے۔
- اجتماعی ماحول تیار کرنا، بنیادی انسانی معاشرتی اخلاقیات اور تقاضوں پر عمل درآمد یقینی بنانا فرد کے ساتھ ساتھ اسلام میں حکمران کی اولین ذمہ داری قرار دی گئی ہے، جس کے لیے بعض اوقات سخت اقدامات کا بھی حکم دیا ہے۔
- آج معاشرتی بگاڑ، محرومیوں و برائیوں میں اضافہ اور لاء اینڈ آرڈر میں عدم توازن کا قوی سبب دفاعِ حق کے لیے کثرت افراد کا کھڑے نہ ہونا ہے۔
- نفرت اور دشمنی کے بجائے اسلام الفت ومحبت، عدل وانصاف، صبر و تحمل، برداشت، وفائے عہد جیسے اخلاقیات پر زور دیتا ہے۔

سفارشات

- نفرتوں اور دشمنیوں سے بھرے ہوئے معاشرے میں ہر قسمت پر الفت و محبت، عدل و انصاف، صبر و تحمل، برداشت، وفائے عہد، احساس ذمہ داری، احتساب جیسے صفات پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ظلم کی روک تھام کے لیے اقدامات کی ضرورت ہے۔

حواشی وحوالہ جات

---

1 ۔ آن لائن قومی انگریزی اُردو لغت، ادارۂ فروغِ قومی زبان اسلام آباد۔ پاکستان۔ مزید دیکھیے:
Rekhta Dictionary: https://www.rekhtadictionary.com/content/assets/img/Desktop/rdic-banner-desktop-en.jpg

٢ ۔ اصلاحی، مولانا محمد یوسف، اسلامی معاشرہ اور اس کی تعمیر میں خواتین کا حصہ، البدر پبلیکیشنز، ٢٠١٦، ص: ٢٤،٢٥

٣ ۔ سورہ النساء: ١

٤ ۔ اصلاحی، اسلامی معاشرہ اور اس کی تعمیر میں خواتین کا حصہ، ص: ٦٤، ٦٥

5 ۔ البيهقي، أحمد بن الحسين، شعب الإيمان، تحقيق: محمد السعيد بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية بيروت، ١٤١٠، ٧/١٢٧- صححه الألباني في صحيح ابن ماجه (٣٢٥٧)

6 ۔ مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم ، بَاب فَضْلِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ ، حدیث نمبر: 4661، ١٢/٤٤٠

7 ۔ اصلاحی، اسلامی معاشرہ اور اس کی تعمیر میں خواتین کا حصہ، ص:۶۸، ۶۹

8 ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (سورة محمد:٣٣)

9 ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (سورة الحجرات: ١)

10 ۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا (سورة الكهف: ٦)

11 ۔ «سَيِّدُ الْقَوْمِ فِي السَّفَرِ خَادِمُهُمْ » (البيهقي، شعب الإيمان، تحقيق: الدكتور عبد العلي ،مكتبة الرشد، بالرياض، ٢٠٠٣ م،١٠\٥٨٢)

12 ۔ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «إِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ، يَأْوِي إِلَيْهِ كُلُّ مَظْلُومٍ مِنْ عِبَادِهِ...» (الأموال لابن زنجويه،أبو أحمد حميد بن خلد بن قتيبة ،مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، السعودية ،١٩٨٦م،١\٧٧.)

13 ۔ قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ (سورة المائدة:١١٩)

14 ۔ وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ (سورة الاعراف:٦٨)

15 ۔ وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:٩)

16 ۔ «الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ » (الترمذی،بَابُ مَا جَاءَ فِي رَحْمَةِ الْمُسْلِمِينَ: ح ١٩٢٤)

17 ۔ عدل وانصاف اور امن وامان کے قیام کے لیے اس قسم کے سخت اقدامات الٰہی حکم ہے {وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ} (البقرة: ١٧٩)اور نبوی سیرت کا تقاضا ہے، جیسا کہ ایک مخزومی خاتون کے معافی کے معاملے میں حضرت زید کو سفارشی بنایا گیا تو آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمْ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمْ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَإِنِّي وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ أَمَرَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ الَّتِي سَرَقَتْ فَقُطِعَتْ يَدُهَا۔{مسلم،بَاب قَطْعِ السَّارِقِ الشَّرِيفِ وَغَيْرِهِ وَالنَّهْيِ عَنْ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُودِ،ح:٣١٩٧} یہاں محض فاطمہ کے تاریخی معاملہ کے تذکرہ پر ذمہ داری پوری نہیں ہوگی، بلکہ ہر قریبی اور دور کے تمام رعایا پر ان جیسے اقدامات اور احکامات کا نفاذ کیا جائے گا۔ زبانی جمع خرچ اور محض طفلانا تسلیوں سے ادائے حق کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ عملی نفاذ اور اقدامات سے ریاست مستحکم اور رعایا کا حق ادا ہوگا اور خدا کے ہاں اس پر گلو خلاصی ممکن ہو سکے گی۔

18 ۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب:٤٠)،وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الانبياء:١٠٧)

19 ۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر:٩)اس حفاظتِ ذکر میں سنت اور سیرت النبی ﷺ بھی شامل ہے۔

20 ۔ ابن ماجه ، أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، السنن ، بَابُ اتِّبَاعِ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ ،تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي ، دار إحياء الكتب العربية – فيصل عيسى البابي الحلبي، حدیث نمبر:۴۳۔

21 ۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (الاحزاب:٢١)

22 ۔ ابن سعد، طبقات، ۸/۱۹۳

23 ۔ عادعمر الى وعيه بكلمة قوية التى خرجت من فم إمرأة ضعيفة أمام قوة عمر وقسوته(انظر:الشريف حسين محمد، ادارة الفاروق عمر، ادارة مطبوعات مكة المكرمة، ١٤٠١هـ، ص ٤١، مستدرک حاکم ۴/۵۹، الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۴/۳۸۱

24 ۔ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ (ت)٣٧٨١، لکن شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔{المسند الموضوعي الجامع للكتب العشرة ، صهيب عبد الجبار، ٢٠١٣م، 336/11}

25 ۔ دیکھئے: شہادتِ امام حسین، سید ابوالاعلی مودودی، {عنوان: مقصد شہادت}۔

26 ۔ دیکھئے: سیرت ابن ہشام، ۳/۲۹، طبقات ابن سعد ۸/۳۰۱، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ۴/۲۳۵۔

27 ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ (الصف:١٤) اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ، جس طرح حضرت مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ نے حواریوں سے فرمایا کہ کون ہے، جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار بنے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کی راہ میں مددگار ہیں۔

28 ۔ مسند ابی ہریرہ، تعلیق شعيب الأرنؤوط : إسناده حسن (مسند أحمد ، مؤسسة قرطبة – القاهرة ، حدیث:9187)

29 ۔ اور جو معاف کر دے اور اصلاح کر لے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔(الشوری:40)

30 ۔ صلح بہتر چیز ہے۔ (النساء:١٢٨)

31 ۔ نہیں ہے کوئی بھلائی ان کے بہت سے مشوروں میں مگر جو شخص صدقے کا یا اچھی باتوں کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا حکم دے اور جو شخص یہ

کام اللہ کی رضاجوئی کے لیے کرے گا، سو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے۔(النساء: ١١٤)

٣٢ ۔ البخاري، الأدب المفرد، بَابُ إِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ، تحقيق:فؤاد عبد الباقي، دار البشائر بيروت،١٩٨٩، قال الألباني: صحیح،حدیث:391۔

٣٣ ۔ خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔(الروم: ٤١)

٣٤ ۔ الترمذي ، محمد بن عيسى ، السنن ، بَابٌ فِي العَفْوِ وَالعَافِيَةِ ،تحقيق: بشار عواد ، دار الغرب الإسلامي، بيروت ،١٩٩٨م،ح: ٣٥٩٨

٣٥ ۔ بلاشبہ ہم نے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔اور لوہا (بھی) نازل کیا جس میں بڑا زور ہے۔ (سورۃ الحدید:25)

٣٦ ۔ اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو، جن سے لڑائی کی جارہی ہے۔اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔وہ لوگ جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے۔صرف اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے، تو خانقاہیں، گرجے، عبادت خانے اور مسجدیں، جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، ڈھادئے جاتے۔(سورۃ الحج:39-40)

٣٧ ۔ اور تم کو کیا ہوا کہ تم نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں، ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے جو کہتے ہیں کہ خدایا، ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی پیدا کردے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار کھڑا کردے۔(سورۃ النساء:75)

٣٨ ۔ اور انصاف سے تولو اور تول نہ گھٹاو (سورۃ الرحمن:9)

٣٩ ۔ اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔(سورۃ المائدۃ:25)

٤٠ ۔ «ولا دين لمن لا عهد له » (مسند امام أحمد بن حنبل، حدیث نمبر:13662)۔

٤١ ۔ بخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح ،باب إثم من منع أجر الأجير، دار ابن كثير ، بيروت، ١٩٨٧، تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق،حدیث نمبر:2150۔

٤٢ ۔ پس(اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا اور ان کے لئے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرو۔(سورۃ الاحقاف:35)

43 ۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ میں جب اپنے بندے کو بینائی لینے کے ذریعے آزماتا ہوں اور وہ صبر کر لیتا ہے، تو میں اس کے عوض اسے جنت سے نوازتا ہوں۔
(البخاري ، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح ، باب فضل من ذهب بصره ، دار ابن كثير ، اليمامة بيروت، ٥/٢١٤٠، ح:٥٣٢٩)

44 ۔ اور جو صبر کرے اور قصور معاف کردے تو یہ ہمت کے کام ہیں۔(سورۃ الشوری:۴۳)

٤٥ ۔ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (سورۃ الانفال:٤٦)

٤٦ ۔ دیکھیے: سید مودودی، تفہیم القرآن، تفسیر سورت الفتح،الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن، پبلیکیشنز، لاہور، ۱۳۹۹ھ، ۴/۵۲۷

٤٧ ۔ اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔(سورۃ البقرۃ:222)

48 ۔ البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالی خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔(سورۃ التوبہ:108)

٤٩ ۔ صحيح مسلم ، بَاب فَضْلِ الْوُضُوءِ، حدیث نمبر:328

٥٠ ۔ «إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ» صحيح مسلم ، بَابُ شُعَبِ الْإِيمَانِ، حدیث نمبر:58

٥١ ۔ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ « اتَّقُوا اللَّعَّانَيْنِ » قَالُوا وَمَا اللَّعَّانَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ « الَّذِى يَتَخَلَّى فِى طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِى ظِلِّهِمْ » (صحيح مسلم ، باب النَّهْيِ عَنِ التَّخَلِّي فِي الطُّرُقِ وَالظِّلَالِ، حدیث نمبر:641)

٥٢ ۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ (الانبياء: ٣٠) اس آیت میں حیات کی حفاظت میں ماحول، ارد گرد کے اشیاء اور حیوانات کی حفاظت سب شامل ہے، کیونکہ انسانی حیات کے لیے یہ سب ناگزیر ہیں۔

٥٣ ۔ تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں پیشاب نہ کریں، کہ پھر اس سے غسل کریں۔(صحيح مسلم ، بَاب النَّهْيِ عَنْ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ، حدیث نمبر:424)

54 ۔ حضرت جابر سے روایت ہے «أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نُوكِيَ أَسْقِيَتَنَا، وَنُغَطِّيَ آنِيَتَنَا»(سنن ابن ماجه، بَابُ تَغْطِيَةِ الْإِنَاءِ، حدیث نمبر:۳۶۰)
نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ ہم مشکیزوں کے منہ باندھے اور پانی کے برتنوں کو ڈھانکے رکھے۔

٥٥ ۔ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کتنی ہی سخت حاجت ہو (سورۃ الحشر:۹)

56 ۔ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ (سورۃالانفال: ٤١)

57 ۔ https://www.rekhta.org/couplets/nahiin-hai-naa-umiid-iqbaal-apnii-kisht-e-viiraan-se-allama-iqbal-couplets?lang=ur

58 ۔ البخاري ،باب الشركة في الطعام والنهد والعروض ،ح: ٢٣٥٤ ، صحيح مسلم ، بَاب مِنْ فَضَائِلِ الْأَشْعَرِيِّينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، ح:424

59 ۔ سورۃالحشر:٩

60 ۔ *مجھے صرف بازار دکھادو، وہ بازار پہنچا، وہاں سے واپس آئے تو کچھ گھی اور پنیر وغیرہ نفع میں بچالائے۔ یہاں تک کہ چند دنوں کے بعد بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے تو جسم پر مراسم شادی کی علامتیں موجود تھیں، استفسار ہوا یہ کیا ہے، عرض کیا ایک انصاریہ سے شادی کرلی ہے، سوال ہوا مہر کس قدر ادا ہوا ہے؟ عرض کیا ایک کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا، حکم ہوا، تو پھر ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سہی۔*(البخاري ، باب كيف آخى النبي بين أصحابه ،ح: ٣٧٢٢)

61 ۔ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا (سورۃالنساء: ٢٨)

62 ۔ الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ (مسلم بَاب بَيَانِ أَنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ، ح:82)

63 ۔ حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا، وَتَزَيَّنُوا لِلْعَرْضِ الأَكْبَرِ، وَإِنَّمَا يَخِفُّ الحِسَابُ يَوْمَ القِيَامَةِ عَلَى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا. (ترمذی، محمد بن عيسى ، سنن ،تحقيق وتعليق:أحمد شاكر وفؤاد وغيره، مطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر١٩٧٥م،ح: ٢٤٥٩)

64 ۔ «الكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ المَوْتِ، وَالعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللَّهِ» (ایضا ترمذی ،ح: ٢٤٥٩)

65 ۔ **مثلا:** حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ ہے: آپؓ اپنے غلام حضرت اسلمؓ کے ہمراہ حرہ کی طرف جارہے تھے۔ جنگل میں ایک جگہ آگ جلتی ہوئی دِکھائی دی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اسلمؓ سے فرمایا، لگتا ہے کسی قافلہ نے رات ہو جانے کی وجہ سے شہر میں داخل ہونے کی بجائے یہاں پڑاؤ کرلیا ہے۔ چلو ان کی خیر خبر لیتے ہیں۔ وہاں پہنچے تو عجب ماجرا دیکھا، ایک عورت چولہے کے پاس بیٹھی، چولہے پر ایک دیگچی رکھ کر نیچے آگ جلا رہی ہے۔ پاس ہی اس کے بچے رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اجازت لے کر قریب ہو کر پوچھا، ’’بچے کیوں رو رہے ہیں؟‘‘ عورت نے بتایا، ’’بھوک سے لاچار ہیں‘‘ آپؓ نے دریافت فرمایا، ’’دیگچی میں کیا چڑھا رکھا ہے؟‘‘ عورت نے بتایا، ’’دیگچی پانی سے بھر کر آگ پر رکھ دی ہے تاکہ بچوں کو تسلی ہو جائے کہ ماں ہمارے لئے کچھ پکا رہی ہے اور یہ یونہی روتے روتے سو جائیں۔ اور ہاں، میرا اور امیر المومنین کا فیصلہ اللہ کے ہاں روز قیامت ہوگا۔ جسے میری اس تنگی کی خبر تک نہیں۔‘‘ یہ سن کر حضرت عمرؓ رونے لگے اور فرمایا، ’’اے خاتون اللہ تجھ پر رحم فرمائے، بھلا عمر کو تیرے حال کی خبر کیسے ہو؟‘‘ عورت کہنے لگی، ’’وہ ہمارے امیر بنے ہیں تو انہیں ہمارے حال کی خبر بھی رکھنی چاہیے تھی۔‘‘ حضرت عمرؓ حضرت اسلمؓ کو ساتھ لے کر واپس ہوئے، بیت المال سے کچھ آٹا، کھجوریں، چربی اور درہم لیے اور بوری کو بھر لیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اسلمؓ سے فرمایا، ’’بوری میری کمر پر رکھ دو‘‘، حضرت اسلمؓ نے بسیار کوشش کی کہ وہ انہیں بوری اٹھانے دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ’’کیا قیامت کے روز بھی میرے بوجھ کو تو ہی اٹھائے گا؟‘‘ حضرت اسلمؓ نے مجبور ہو کر بوری کو آپؓ کی کمر پر رکھ دیا۔ آپؓ تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے اس خاتون کے پاس پہنچے۔ چولہے پر رکھی دیگچی میں تھوڑا سا آٹا، کچھ کھجوریں اور چربی ڈالی۔ چولہے میں خود ہی پھونک مارتے رہے، تاوقتیکہ دیگچی میں ایک حریرہ سا تیار ہو گیا، جو آپؓ نے اپنے دستِ مبارک سے نکال کر بچوں کو کھلایا۔ عورت یہ سب دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ دعائیں دینے لگی اور کہنے لگی، ’’حضرت عمرؓ کی بجائے تم خلیفہ بنائے جانے کے قابل ہو۔ جس کو عام آدمی کی اتنی فکر ہے‘‘۔

(فضائل الصحابة ، أحمد بن حنبل أبو عبد الله الشيباني ، مؤسسة الرسالة – بيروت ، تحقيق : د. وصي الله محمد عباس ، ١٩٨٣، ١\٢٩٠)